پاکستان کسان مزدور تحریک

نیوز لیٹر

ایڈیٹوریل ٹیم : علی اکبر، راجہ مجیب، ظہور جوئیہ، نوید اقبال اور عذرا طلعت سعید

جنوری تا جون 2012 جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 1

ایڈیٹوریل

یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کی معیشت کا تمام تر بوجھ ملک کے ان محنت کش مزدور طبقے کے کندھوں پر آتا ہے جو ایک طرف کھلے آسمان تلے تپتی دوپہروں اور سرد اندھیری راتوں میں کھیتوں میں کام کرتے ہیں یا پھر دوسری طرف فیکٹریوں میں دن رات ایک کرتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت اس وقت اور تلخ ہوجاتی ہے جب یہ مزدور اس کمر توڑ محنت کے باوجود اپنی دو وقت کی روٹی پوری نہیں کرپاتے، جب ان کے پاس اپنی بیماری کے علاج معالجے کے پیسے نہیں ہوتے، جب یہ اپنے بچوں کو اسکول نہیں بھیج سکتے اور جب موسم کی تباہ کاریاں انہیں دربدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردیتی ہیں۔ کیوں یہ طبقہ سماج میں ہونے والے ظلم کا نشانہ بنتا ہے اور کیوں کر موسمی آفات کی ساری شدت انہی پر آ کر ٹوٹتی ہے؟ اس کا جواب اس نظام میں گوندھا ہوا عدم مساوات اور طبقاتی تفریق کا وہ ظلم ہے جس سے اس نظام کی سانسیں چلتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں عدم مساوات کی بنیاد اثاثوں اور مادی دولت کی اس غیر مساویانہ تقسیم پر ہے جس کی جڑیں نوآبادیاتی نظام سے جا ملتی ہیں۔ انگریز سرکار نے جہاں اپنے مفادات کی حصول کے لیے ہمیں مقامی وڈیرا شاہی جیسے عذاب میں مبتلا کیا تو دوسری طرف نوآبادیاتی نظام نے عالمی سطح پر طاقت کے ایسے عدم استحکام کو جنم دیا جس کے تلخ تجربات کبھی ہمیں امریکہ کی طرف سے افغانستان جنگ کی صورت میں ہوتے ہیں تو کبھی پاکستان کی شمال مغربی سرحدوں پر ڈرون حملوں یا پھر بلوچستان میں معدنیات پر قبضے کی شکل میں۔

اشرافیہ طبقہ جو انگریز دور میں پیدا کیا گیا تھا قیام پاکستان سے لے کر آج تک اسمبلیوں میں بیٹھ کر اپنے سامراجی آقاؤں کو خوش کرتا چلا آیا ہے۔ سبز انقلاب سے لے کر گلوبلائزیشن کی پالیسیوں تک' جمہوری اور فوجی حکومت دونوں میں' اپنے سامراج آقاؤں کے اشاروں پر ہر طرح کی عوام دشمن پالیسی کو اس ملک میں خوش آمدید کہا گیا ہے۔ مشرف حکومت میں پاس کیا جانے والا کارپوریٹ فارمنگ آرڈیننس 2001' ملکی تاریخ میں ایک ایسا اہم موڑ ہے جس کے تحت بیرونی سرمایہ دار قوتیں ہمارے ملک کی زرعی زمین کو 99 سال تک کی لیز پر حاصل کرسکتی ہیں۔ جس پر بیرونی سرمایہ دار ممالک آزادی اور حکومت پاکستان کی طرف سے تحفظ کی ضمانت کے ساتھ اپنے ملک کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اناج اور سرمایہ دار کمپنیاں عالمی منڈی کی طلب کو مدنظر رکھتے ہوئے فصلوں کی کاشت کرسکیں گی۔ اس طرح کی قانون سازی کے اثرات ہمارے ملک میں مقامی آبادیوں پر خوراک کے عدم تحفظ، روزگار سے بے دخلی اور ہجرت جیسی تلخ حقیقتوں کی صورت میں سامنے آنا شروع ہوگئے ہیں۔ مفادات کی اس جنگ میں ملکی اشرافیہ کا غیر ملکی اشرافیہ سے یہ گٹھ جوڑ شاید اب ہم جیسے چھوٹے، بے زمین کسان اور کسان مزدور کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے جس کو ہم قیام پاکستان سے لے کر تا حال سمجھ نہیں پائے۔ حقیقت میں ہمارے محنت کش طبقے کی پسماندگی کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے۔ اس محنت کش طبقے کو جب ہم عورت کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو ظلم اور محرومیوں کے اندھیرے اور گہرے ہوتے جاتے ہیں۔ مردوں کی اس دنیا میں جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کے استحصالی ہتھکنڈے پدرشاہی کا سہارا لیتے ہوئے گھر اور گھر سے باہر عورت پر ہر طرح کے ظلم کو مسلط کرتے ہوئے سماج میں عام کرتے ہیں۔

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) کے مشاہداتی دورے سے جو بنیادی بات کسانوں کے سمجھ آئی وہ یہ تھی کہ ہر جگہ اس محنت کش طبقے کو ایک سے مسائل کا سامنا ہے۔ کہیں وہ جاگیرداری کے ظلم میں پس رہے ہیں تو کہیں بیرونی سرمایہ دار کمپنیوں کی وجہ سے زمینوں سے بے دخل ہو رہے ہیں۔ اس سارے کھیل میں مقامی اور عالمی اشرافیہ کا گٹھ جوڑ تو ہمیں واضح طور پر نظر آتا ہے لیکن محنت کش کسان مزدور کا اتحاد اس سارے منظر نامے میں غائب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ استحصالی قوتیں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت محنت کش طبقے کے اتحاد کی ہر کوشش کو ناکام بناتی ہیں لیکن پاکستان کسان مزدور تحریک ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں سے ہم چھوٹے، بے زمین کسان اور کسان مزدور متحد ہوکر ان تمام استحصالی ہتھکنڈوں کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں جو جاگیرداری، سرمایہ داری اور پدرشاہی کی صورت میں ہماری زندگیوں کے فیصلے کرتے ہیں۔ ہمارا مقصد مساوات پر مبنی معاشرے کا حصول ہے جس میں اثاثوں کی برابری کی بنیاد پر تقسیم ہو۔ اس سلسلے میں حال ہی میں ہونے والی زمینی اصلاحات پر مشاورت کے بعد پی کے ایم ٹی اور دیگر انسان دوست تنظیموں کی طرف سے زمین کی مساویانہ تقسیم اور جاگیرداری کے مکمل خاتمے کا مطالبہ کیا گیا۔ پی کے ایم ٹی یہ واضح موقف رکھتی ہے کہ اس طرح کے اقدامات ہی آگے چل کر حقیقی جمہوریت کی راہ کو ہموار کریں گے۔

فہرست مضامین:

- بلوچستان میں بجلی کی صورت
- قومی مشاورتی پروگرام برائے زمینی اصلاحات
- عورتوں کا عالمی دن: اہم پیغام
- عورتوں کے مسائل
- سرگرمی رپورٹ
- کسانوں کا مشاہداتی دورہ
- ریوپلس 20 کا تعارفی پروگرام

پاکستان کسان مزدور تحریک نیوز لیٹر روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity) نے میزریور کے تعاون سے شائع کیا ہے۔

سیکرٹریٹ: اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی۔ فون، فیکس: 34813320 21 92+ فیکس: 34813321 21 92+ ای میل: roots@super.net.pk

بلوچستان میں بجلی کی صورت حال

عبدالخالق

قدرتی دولت سے مالا مال بلوچستان کی سرزمین جو کبھی امن کا گہوارا ہوا کرتی تھیں گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل بدامنی کا شکار ہے۔ حالات کے اس قدر خراب ہونے کی کڑیاں مقامی وڈیرا شاہی کے بڑھتے ہوئے ظلم کے ساتھ ساتھ مرکزی حکومت کی عدم دلچسپی سے جڑی ہوئی ہیں۔ جس کے نتیجے میں بیرونی عناصر کی بڑھتی ہوئی مداخلت بھی اس خطے میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ بنیادی طور پر بیرونی عناصر کی بڑھتی ہوئی مداخلت اور مرکزی حکومت کی عدم دلچسپی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ معاشرے میں اس کے اثرات بڑھتی ہوئی کرپشن اور امن و عامہ کی بگڑتی ہوئی صورتحال کی شکل میں ہم سب کے سامنے ہیں۔

بلوچستان کا معاملہ وفاق کے اصولوں کے تحت باہمی مذاکرات کے ذریعے خوش اسلوبی سے حل کیا جاسکتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک صوبے مطمئن نہیں ہونگے تب تک پاکستان لگاتار سیاسی اور آئینی بحرانوں کا شکار ہوتا رہے گا جو کسی بھی اعتبار سے وفاق کی صحت کیلئے نیک شگون نہیں ہے۔ اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ بلوچستان قدرتی دولت کے اعتبار سے پاکستان کا امیر ترین صوبہ ہے لیکن درحقیقت یہاں کی اکثریت زراعت کی مدد سے اپنا پیٹ پالتی ہے۔ اس وقت بلوچستان میں آبپاشی کے میدان میں دو بڑی نہریں موجود ہیں یعنی کیرتھر اور پٹ فیڈر۔ کیرتھر انگریزوں کی یادگار ہے جبکہ پٹ فیڈر ایوب خان کے زمانے میں وجود میں لائی گئی۔ یہ نہر سندھ سے طویل سفر طے کرتے ہوئے بلوچستان میں داخل ہوجاتی ہے اور کچھی کے میدانوں کو سیراب کرتی ہے۔ کیرتھر بیراج سے نصیر آباد کا علاقہ سیراب ہوتا ہے۔ کچھی کے برعکس بلوچستان کے اکثر و بیشتر علاقوں میں جن میں زیارت، لورالائی، ژوب، قلعہ سیف اللہ، پشین، کوئٹہ، چمن، مستونگ، بیلہ، خاران، چاغی، قلات اور خضدار وغیرہ شامل ہیں میں زمیندار صدیوں سے سیلابی پانی' کاریزات اور چشموں سے استفادہ کرتے ہوئے عہد قدیم کے پرانے طور طریقوں سے فصل کاشت کرتے آئے ہیں لیکن سبز انقلاب سے بجلی کو زراعت میں متعارف کرانے کے بعد یہاں بھی سرمایہ دارانہ دور سے وابستہ مشینی کاشت کاری کا دور شروع ہوا اور رفتہ رفتہ ان علاقوں میں بھی شہروں کی ترقی اور فروغ کے نتیجے میں منڈی اور تجارتی کاروباری مراکز وجود میں آئے اور نقل وحمل اور آمدورفت کے پرانے ذرائع یعنی اونٹ، گھوڑے اور گدھے کی جگہ سائیکل، موٹر سائیکل اور چھوٹی بڑی گاڑیوں نے لے لی۔ شہروں کی ترقی اور مشینی زراعت کے فروغ کے نتیجے میں مال داری یا گلہ بانی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے محنت اور مزدوری کیلیے شہروں کی طرف رجوع کیا۔ کل کے برعکس عصر حاضر کا بلوچ اور پشتون معاشرہ زبردست تضادات کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ صدیوں پرانی قبائلی اقدار نہ صرف تیزی سے بدل رہی ہیں بلکہ ایک ہی وقت میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد بجلی کی وولٹیج کی طرف متوجہ ہوتی جارہی ہے۔ جس طرح موسم بہار میں گھانس خودبخود اگنا شروع ہوجاتی ہے۔ اس طرح بجلی کے وولٹیج کی کمی وبیشی سے ایک ہی وقت میں ہزاروں کسانوں، کاشت کاروں کے بلڈ پریشر بھی نیچے اوپر ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ موجودہ دور کے بلوچستان میں یہ آئے روز کا معمول ہے کہ ہزاروں ٹرانسفارمرز اور موٹرز جلتے اور ناکارہ ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہونے والے طویل لوڈ شیڈنگ اور بجلی کی زبردست آنکھ مچولی نے کسانوں اور کاشتکاروں کی نیندیں حرام کررکھی ہیں۔

ایک طرف مہنگے کیمیائی کھاد بیج اور ٹریکٹر وغیرہ کی وجہ سے کسانوں کے پاس جو تھوڑی بہت جمع پونجی ہوتی ہے وہ سب ان لوازمات کی نظر ہوجاتی ہے تو دوسری طرف کیسکو کے نارواسلوک کی وجہ سے کسانوں کی تیار کھڑی فصلیں تباہ ہوجاتی ہیں جس سے ہزاروں افراد کے روزگار بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ اصولاً اگر دیکھا جائے تو بجلی کی کم وولٹیج اور طویل لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے زمیندار اور کسان کو زبردست نقصان کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔ بلوچستان کے کسانوں کو کم وولٹیج کے ساتھ صرف 12 گھنٹے بجلی کی فراہمی کی جاتی ہے جبکہ بل ان سے 24 گھنٹے کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کیسکو اور واپڈا کے اہلکار اپنی فورس کی مدد سے زبردستی ٹرانسفارمرز اتارتے ہیں اور کسانوں کے خلاف مقدمات قائم کرتے ہیں۔

اگر ہمارے ملک میں انصاف بازار میں نسوار کی طرح فروخت نہ ہوتا تو آج کم از کم کیسکو کا جسم اور بدن تختہ دار پر لٹک رہا ہوتا۔ ویسے تو پاکستان میں ہر ادارے کی کارکردگی دوسرے سے بدتر ہے لیکن جس قسم کی بدعنوانی کرپشن اور بے اصولی کیسکو اور واپڈا میں نظر آتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت پورے بلوچستان میں ہزارروں کسان اور کاشت کار کیسکو کی ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ نان شبینہ کے محتاج ہورہے ہیں۔ مفکرین بتاتے ہیں کہ انسان کی معاشی سرگرمیاں آخرکار معاشرے کے سیاسی' اخلاقی و دیگر نظریات کو متاثر کرتی ہیں اور موجودہ بلوچستان اسی کی بہترین مثال ہے۔ زرعی ماہرین کی رائے ہے کہ بلوچستان میں 35 ملین ہیکٹر زاراضی قابل کاشت ہے جس میں سے اس وقت صرف 4 فیصد کاشت ہورہی ہے اگر بلوچستان قابل کاشت اراضی کو استعمال میں لائے تو نہ صرف بلوچستان بلکہ پورا ملک خوراک کے معاملے میں خودکفیل ہوسکتا ہے۔ اس لیے بلوچستان کے عوام یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اسلام آباد یہاں پر فوجی چھاؤنیوں کا جال بچھانے کی بجائے زرعی نشوونما پر توجہ مرکوز کرے اور خصوصاً واپڈا اور کیسکو میں ہونے والی زبردست بدعنوانیوں پر قابو پائے جو بلوچستان کے ہزاروں اور لاکھوں کسانوں کو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کی ہر خوشۂ گندم کو جلا دو
(علامہ اقبال)

بلوچستان پاکستان کے زمینی رقبہ کے حوالے سے ملک کا سب سے بڑا اور آبادی کے حوالے سے سب سے چھوٹا صوبہ ہے۔ بلوچستان پاکستان کے کل رقبے کا 43 فیصد ہے۔ جب کہ اس کی آبادی کل 7 ملین کے قریب ہے۔ یہ صوبہ معدنیات اور دیگر اثاثوں سے مالا مال ہے۔ دنیا میں پائے جانے والے بڑے قدرتی گیس کے ذخائر میں بلوچستان کے ذخائر بھی شامل ہیں جو کہ پاکستان کو تقریباً پچھلے 50 سال سے توانائی فراہم کررہے ہیں۔ جبکہ یہاں عوام توانائی کے شدید بحران کا سامنا کررہے ہیں۔ یقیناً اسی طرح کے امتیازی رویوں نے آج بلوچستان کی عوام کو پاکستان کے حکمرانوں کے مقابلے میں کھڑا کردیا ہے۔

قومی مشاورتی پروگرام برائے زمینی اصلاحات

پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی نے تین صوبوں، سندھ، پنجاب اور خیبر پختون خواہ میں زمینی اصلاحات پر صوبائی مشاورت کے بعد قومی مشاورت کا انعقاد اسلام آباد میں کیا۔ تینوں صوبائی اور قومی مشاورت میں شریک شرکاء سول سوسائٹی کی مختلف حلقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں کسان، چھوٹے زمیندار، مختلف غیر سرکاری تنظیموں کے نمائندے، علمی و تحقیقی اداروں سے وابستہ اشخاص، سیاسی جماعتوں کے نمائندے اور صحافی وغیرہ شامل تھے۔

زمینی اصلاحات اور زرعی مسائل سے متعلق مباحث میں جو عمومی پہلو سامنے آئے اور جو ہر صوبے اور مرکز میں مشاورت کے دوران خصوصی بحث کا حصہ بنے وہ جاگیرداری، زمینی اصلاحات، نہری پانی کی تقسیم، زمین پر قبضہ (land grabing)، کارپوریٹ فارمنگ، خوراک کی خودمختاری، زرعی منڈی کی معیشت، کسانوں کے مسائل، مذہبی اقلیت اور عورتوں کے حقوق تھے۔ شرکاء نے جہاں ان پہلوؤں سے متعلق امور کی تفصیلی نشاندہی کی وہاں اس ضمن میں تجاویز بھی پیش کیں اور ساتھ ہی لائحہ عمل کے ضمن میں مختلف اقدامات کی بھی نشاندہی کی۔

21 مئی 2012 کو اسلام آباد میں قومی مشاورتی پروگرام برائے زمینی اصلاحات کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی شروعات پاکستان کسان مزدور تحریک کے نیشنل کوارڈینیٹر علی اکبر نے کی؛ جن کا تعلق چارسدہ، خیبر پختونخواہ سے ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے تحریک بننے کے عمل پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ آج سے 4 سال پہلے چھوٹے اور بے زمین کسانوں اور مزدوروں کی باہم مشاورت سے اس تحریک کی بنیاد رکھی گئی۔ اس تحریک کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے انہوں نے آج کے حقائق کا سہارا لیتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں تقریباً 70 فیصد آبادی زراعت کے شعبے سے وابستہ ہے لیکن اس کے باوجود ایشیاء پیسفک میں بھوک کے حوالے سے ہمارا چھٹا نمبر ایک بڑا لمحہ فکریہ ہے۔ اس طرح کے حقائق کی روشنی میں اس تحریک کا یہ ایک بنیادی فریضہ ہے کہ ہم پورے پاکستان کے کسان مزدور کسی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوتے ہوئے بھوک اور افلاس جیسے مسائل کا حل ڈھونڈیں۔ اس کے بعد انہوں نے جنگ اخبار میں اختیار بیگ کے مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ لینڈ گریبنگ اور کارپوریٹ فارمنگ کو ہمارے ملک کے حکومتی نمائندگان زرخیز زمین اور پانی کی سہولیات سے جوڑتے ہوئے خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ جب کہ زمبابوے جیسے ملک نے ایسی تمام انسان اور ماحول دشمن پالیسیوں کو رد کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ان تمام مسائل کا حل خوراک کے تحفظ کی بجائے زرعی زمینوں کی مساویانہ تقسیم، خوراک کی خودمختاری اور پائیدار زراعت میں موجود ہے۔ اس کے بعد پاکستان مزدور تحریک کے کارکن محمد رفیق جن کا تعلق ہری پور سے ہے نے زمینی اصلاحات پر مشاورت کی حالیہ وقت میں اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے بتایا کہ چونکہ اگلا سال انتخابات کا ہے اس لیے ہم جیسی تحریکوں اور کسان دوست تنظیموں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ زمینی اصلاحات جیسی اہم ترین پالیسی کو ہر صورت میں اگلے انتخابات میں حصہ لینے والی سیاسی پارٹیوں کے منشور میں ڈلوائیں۔ اس کے بعد روٹس فار ایکوٹی کی عذرا طلعت سعید نے دیگر حقائق اور حکومتی سینسس کی بنیاد پر ملک میں ماضی اور حالیہ زرعی اصلاحات کے پروگرام اور رجحانات پر جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کا 1990 کے زرعی سینسس کے مطابق کل قابل کاشت رقبہ 47,575.3 ایکڑ ہے۔ اس سینسس کے تجزیہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کل رقبے کا تقریباً 50 فیصد حصہ 4 فیصد لوگوں کے پاس ہے۔ زمین کی اس غیر مساویانہ تقسیم کی بنیاد پر ہمارے خطے میں جاگیرداری بہت مضبوط ہے۔ اس جاگیرداری کو اگر ہم ماضی سے جوڑ کر سمجھیں تو اس کی جڑیں برطانوی راج سے جا ملتی ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں اب تک سامراجی طاقتوں نے جتنی بھی زرعی پالیسیوں کو متعارف کروایا ہے' ان سب میں بڑے جاگیرداروں کے مفادات کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا ہے۔ نتیجتاً طاقت کے اس عدم توازن کی وجہ سے سماج میں طبقاتی تقسیم روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت ساری معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔

عذرا طلعت سعید نے پاکستان میں ہونے والی زمینی اصلاحات کی تاریخ کا احاطہ کرتے ہوئے بتایا کہ ابھی تک تین دفعہ زمینی اصلاحات عمل میں آئیں ہیں۔ جس میں پہلی دفعہ زمینی اصلاحات ایوب خان کے دور میں 1959 میں ہوئیں تھیں۔ دوسری زمینی اصلاحات بھٹو کے دور میں 1972 میں ہوئیں جبکہ تیسری زمینی اصلاحات 1977 میں ہونا

تھیں لیکن فوج کی مداخلت کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا۔ مختصر یہ کہ ان دونوں زرعی اصلاحات میں محض ایک سے دو فیصد لوگوں کو زمین حاصل ہوئی۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بنیادی طور پر دونوں اصلاحات ناکام رہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ 1970 کی دہائی تک زمینی اصلاحات کو قومی پالیسی کی حیثیت حاصل تھی لیکن آنے والے ادوار میں زمینی اصلاحات کو حکمرانوں نے پس پشت ڈال کر خیراتی طور پر زمین کی تقسیم جیسے اقدامات کیے۔ پھر عالمگیریت کے دور میں فوجی دور اقتدار میں کارپوریٹ فارمنگ آرڈیننس 2001 پاس کیا گیا۔ جس کی بنیاد پر پاکستان کی ہزاروں ایکڑ زرعی زمین بیرونی ممالک کو 99 سال کی لیز پر دی جاسکتی ہے۔ اس طرح کی قانون سازی کے اثرات مقامی آبادیوں پر خوراک کے عدم تحفظ، روزگار سے بے دخلی اور ہجرت جیسی تلخ حقیقتوں کی صورت میں سامنے آرہے ہیں۔ اس کے بعد زمینی اصلاحات پر مشاورت کا باقاعدہ آغاز ہوا جس میں شرکاء نے اپنے اپنے نقطہ نظر کو حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ اس مشاورت کے نتیجے میں پاکستان کسان مزدور تحریک کی طرف سے مندرجہ ذیل نقاط بالکل واضح طور پر سامنے آئے کہ:

- زمینی اصلاحات مسئلے کا حل نہیں ہیں۔ حقیقی زمینی اصلاحات جس میں جاگیرداری نظام کا مکمل خاتمہ ہو اور زمین کسانوں میں برابری کی بنیاد پر تقسیم کی جائے۔
- زرعی پانی کی منصفانہ تقسیم کو حقیقی زمینی اصلاحات کا حصہ بنایا جائے۔
- حکومت پاکستان کی یہ بنیادی ذمہ داری ہو کہ وہ عوام کے لیے خوراک، تعلیم اور صحت کی فراہمی کو ممکن بنائے اور خوراک کے تحفظ کے بجائے خوراک کی خودمختاری کو عوام کا بنیادی حق تسلیم کرے۔
- جاگیرداری اور کارپوریٹ ایگری کلچر کو رد کرتے ہوئے ان کے خلاف متحد ہو کر مزاحمتی جدوجہد کی شروعات کی جائیں۔
- کارپوریٹ ایگری کلچر پر تحقیق کے ساتھ دیہی آبادیوں پر اس کے اثرات کے حوالے سے تحقیق کو یقینی بنایا جائے اور زرعی سینس کا حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جائے۔
- عوام اس بات کو یقینی بنائیں کہ انتخابات میں صرف ایسی پارٹیاں ہی شامل ہوں جن کے منشور میں حقیقی زمینی اصلاحات ایک بنیادی نقطہ ہو۔

ایک غریب گھرانے کی کہانی ✡

ظہور جوئیہ، ملتان

نوراں بی بی کی دس سال پہلے کروڑ پکا سے ملتان کی ایک بستی میں جان محمد کے ساتھ شادی ہوئی. جان محمد محنت مزدوری کر کے گھر چلاتا تھا اور اس کے دو دوسرے بھائی بھی محنت مزدوری کر کے گھر کے اخراجات پورے کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی بھی شادی شدہ تھے۔ جان محمد کے گھر میں 16 افراد رہتے تھے جس میں دو بھائی، دو بھابیاں اور ان کے چھ بچوں کے علاوہ جان محمد، نوراں بی بی اور ان کے دو بچے تھے، لیکن اس گھرانے میں بچوں کی وجہ سے اکثر لڑائی جھگڑا رہتا تھا کیونکہ بچے اکثر آپس میں کھیل کود کے دوران لڑ پڑتے اور پھر لڑائی گھر کے بڑے افراد کے درمیان فساد کا باعث بنتی۔ غربت اور کم آمدنی کی وجہ سے بچے سکول جانے سے قاصر تھے۔ جان محمد کی بیوی نوراں بی بی اس مسئلے کی وجہ سے کافی خائف رہتی تھی۔ وہ اکثر یہی سوچتی رہتی تھی کہ اس کے گھر کے حالات کچھ بہتر ہوں اور وہ اپنے بچوں کو اسکول بھیجے۔ آخر کار اس نے گھر کے خرچے میں سے پائی پائی اکٹھی کر کے دو چھوٹی بکریاں خرید لیں اور ان کو پالنا شروع کر دیا۔ بکرا عید کے دوران ان کو بیچ کر ایک گائے اور پھر دو بکریاں خرید لیں۔ اس نے ان جانوروں کو خریدنے کے لیے اپنے شوہر سے بھی کچھ پیسہ لیے۔ اسی طرح سے اس نے محنت کرنا شروع کر دی۔ گائے کا دودھ گھر کی ضرورت کے مطابق رکھ کر باقی دودھ بیچنا شروع کر دیا۔ جس سے اس کو کچھ آمدنی ہونا شروع ہو گئی۔ حالات کچھ سنبھلے تو بچوں کو ایک قریبی اسکول میں داخل کرا دیا۔ اب باقی گھر والوں نے بھی دیکھا دیکھی نوراں بی بی سے بہت کچھ سیکھا اور اپنے بچوں کو اسکول بھیجنا شروع کر دیا۔ اب نوراں بی بی کے گھر میں نسبتاً خوش حالی ہے اور آپس کے لڑائی جھگڑے میں کافی حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔

✡ (اس خبر میں میں لوگوں کے فرضی نام استعمال کیے گئے ہیں)

بیماری اور اس کا علاج

ظاہر اللہ خان، چارسدہ

بیماری: تلیہ

علاج: تلیہ (پشتو نام) بیماری اگر پودوں اور فصلوں پر ہو تو 250 ملی لیٹر نیم آئل اور 50 گرام صرف آپس میں ملا کر اسپرے کریں۔

بیماری: آلو میں سراخ کا کالا داغ

علاج: 100 گرام نمک، 100 گرام آٹے کا سوڈا، 100 گرام نیلا تھوتھا، 250 لیٹر پانی میں ڈالیں اور اسپرے کریں۔

بیماری: گنے پر پان کٹ (پشتو نام) یا گرداس بور بورر (انگریزی نام)

علاج: ایک لیٹر نیم کا تیل، ایک لیٹر مٹی کا تیل ملا کر سپرے کریں۔

فروٹ کیڑے

امرود، املوک، سیب، اس کے ساتھ ساتھ کدو، کریلا، توری وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

مقامی طور پر علاج: ایک خالی ڈبہ لیا جائے۔ ان میں آدھا کلو نیم کا تیل، آدھا کلو گڑھ ڈالیں اور کھیت میں جگہ جگہ پر رکھیں۔ تمام فروٹ کیڑے اس میں آ کر گر جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔

دیمک: دیمک ایک خطرناک کیڑا ہے جو زمین کے اندر گھر بناتا ہیں اور رات کے وقت فصلوں پر حملہ کرتا ہے۔

علاج: 1۔ رات کے وقت لالٹین لگانے سے روشنی کے ڈر سے وہ زمین سے باہر نہیں نکلتے اور اس طرح فصلیں محفوظ رہتی ہیں۔

2۔ اس کے علاوہ اینجہ (پشتو لفظ) فصل پر اسپرے کریں۔

3۔ سپل مئی (پشتو نام) کا دودھ پانی میں ملا کر اسپرے کریں۔

4۔ کھیت میں ہلدی کے پودے لگائیں۔ ان سے بھی دیمک کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

عورتوں کا عالمی دن: اہم پیغامات

عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر ملتان میں منعقدہ ایک روزہ سیمینار میں پی کے ایم ٹی کی ممبران عورتیں اور دیگر شرکاء کی طرف سے آنے والے چند اہم پیغامات:

پاکستان کسان مزدور تحریک کی نیشنل کوارڈینیٹر وینا ارجن، جن کا تعلق ماتلی سندھ سے ہے نے کہا کہ اب عورتیں غلاموں کی طرح نہیں جئیں گی۔ ہمارے حقوق ہیں اور ہمیں وہ لینے ہوں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ حکومت نے ہمارے حقوق تسلیم کیے ہیں لیکن تب بھی ہماری ملازمتیں عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ ہمیں گھر اور کام کرنے والی جگہ دونوں پر جینے کے لیے سازگار ماحول نہیں ملتا اور ہم سے معاشی اور سماجی طور پر بھی امتیازی سلوک برتا جاتا ہے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک کی کور گروپ ممبر سونی بھیل جن کا تعلق ٹنڈو محمد خان، سندھ سے ہے پیشے کے اعتبار سے کسان مزدور ہیں نے بتایا کہ ان کے علاقے میں عورتیں کس درجہ محرومیت کا شکار ہیں۔ سال بھر کھیت میں فصل چننے اور کاٹنے کے باوجود کتنی مشکل سے وہ گزر بسر کرتیں ہیں۔ وہ اس درجہ بے بس ہیں کہ پوری قوم کے لیے کھانا اگاتی ہیں لیکن اپنے گھر کا کھانا پورا نہیں کر پاتیں لیکن ان تمام تر مشکلات کے باوجود ہم عورتوں کے حقوق کی جدوجہد میں آپ سب کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

سونی بھیل، کور گروپ ممبر، پاکستان کسان مزدور تحریک

ساجدہ بی بی جن کا ملتان کی تنظیم سوجلہ سے تعلق تھا نے کہا کہ عورتوں کی بہتری اور مضبوطی کے لیے کسی بھی ریلی یا احتجاج میں وہ اور ان کی کمیونٹی ہر جگہ پیش پیش رہے گی۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ وہ دن گئے جب یہ خیال کیا جاتا تھا کہ عورت اکیلی نہیں جاسکتی۔ آج کا دن آپ سب کے سامنے ہے۔ اگر ہم عورتوں کو کوئی خوف ہے تو ہمیں اس خوف سے نکلنا ہوگا اور حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

عورتوں کے مسائل

وینا ارجن

وینا ارجن، نیشنل کوارڈینیٹر۔ پی کے ایم ٹی

دیہی عورتوں کے مسائل شہری عورتوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ دیہی عورتیں گھر کا کام کرتی ہیں، بچوں کو سنبھالتی ہیں، کھیتوں میں کام کرنے جاتی ہیں، جانوروں کیلئے چارا یعنی گھاس وغیرہ لینے جاتی ہیں۔ مطلب وہ صبح اٹھتی ہیں تو کام میں لگ جاتی ہیں اور رات کو سوتے وقت تک کام کرتی ہیں لیکن اس کا یہ کام کام نہیں مانا جاتا، اسے اس کام کی مزدوری نہیں ملتی کیونکہ مانا یہ جاتا ہے کہ گھر کا کام کپڑے دھونا، برتن دھونا، صفائی کرنا، بچوں کو سنبھالنا اور کھانا بنانا یہ کوئی کام نہیں ہے یہ تو عورت کا فرض ہے۔ یہ سب وہ نہیں کرے گی تو کون کرے گا۔ گاؤں کی عورتوں کی زندگی اسی طرح کٹ جاتی ہے۔ ایک لڑکی جب چھوٹی ہوتی ہے تو اپنے ماں باپ کی خدمت کرتی ہے، اپنے بڑے بھائی بہنوں کی خدمت کرتی ہے، خود کی کھیلنے کی عمر میں وہ اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کا خیال رکھتی ہے اور اسے اسکول کی بجائے گھر کی صورت میں قید خانہ ملتا ہے۔ کتاب کی بجائے کپڑے دھونے کو ملتے ہیں۔ ان معصوم ہاتھوں میں قلم کی بجائے جھاڑو دے دیا جاتا ہے۔ پڑھائی کی بجائے کڑھائی سکھائی جاتی ہے۔ بچپن سے ہی اسے یہ سب کام اس لیے سکھایا جاتا ہے تاکہ بڑی ہو کر جب اپنے سسرال جائے تو کوئی یہ نہ کہے کہ اسے کچھ نہیں آتا۔ گاؤں کی ان پڑھ عورت کی زندگی کیا ہوتی ہے وہ ہمارے پاکستان کے دیہاتوں میں جا کر دیکھیں۔ ایک گاؤں کی عورت جو گھر سے نکل کر کھیتوں تک اور وہاں سے گھر تک ہی میں بڑی ہو جاتی ہے اور پھر شادی کر کے کسی اور گاؤں میں جاتی ہے، وہاں سسرال کی خدمت کرتی ہے شوہر کی خدمت کرتی ہے، پھر بچوں کو سنبھالتی ہے اور محنت کرتے کرتے مرجاتی ہے! کیا یہی زندگی ہے، ایسی عورت کو کیا پتہ کہ تعلیم کیا ہے؟ بنیادی حقوق کیا ہیں، زندگی کا مقصد کیا ہے اس پر کس قسم کا ظلم ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ بس وہ تو یہی سمجھتی

ہے کہ یہ سب اس کی قسمت میں ہے، جو کہ بالکل غلط ہے۔ سب کو اپنی قسمت اپنے ہاتھوں سے بنانی چاہیے۔ عورتیں تو اپنا مقدر اپنے ہاتھوں سے سنوار سکتی ہیں بس جذبہ اور ہمت ہونی چاہیے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کا۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

گاؤں کی عورتوں کا کوئی مستقبل نہیں ہے، صدیوں سے جو اس کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے، جو ناانصافیاں ان کے ساتھ ہوتی ہیں وہی ان کا ماضی ہے وہ ہی ان کا حال اور وہی ان کا مستقبل ہے۔ آخر کار کب تک گاؤں کی عورتوں پر ایسے ظلم ہوتا رہے گا۔ کبھی کاروکاری کے نام پر، کبھی صرف بیٹیاں پیدا کرنے کے نام پر، کبھی گھر کا کوئی کام ٹائم پر نا ہونے پر، بچوں کی پرورش ٹھیک سے نا کرنے پر، کبھی کھیتوں میں کام کرنے سے انکار پر، کبھی اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے خلاف بولنے پر، آخر کب تک یہ عورتیں اپنی قربانیاں دیتیں رہیں گی آخر کب تک اس پدرشاہی نظام کی بھینٹ چڑھتی رہے گی۔ آخر کوئی یہ کیوں نہیں سمجھتا کہ یہ لڑکی جو خود بچی ہے اتنی چھوٹی عمر میں جب اسے شادی کر کے بھیج دیا جاتا ہے تو وہ یہ سب کچھ کیسے کرے گی؟

سرگرمی رپورٹ

عورتوں کے عالمی دن کے موقعے پر 8 مارچ 2012 کو ایک روزہ سیمینار کا انعقاد ہوا جس کا موضوع ''عورتوں کے زمین اور جائیداد کے حقوق'' تھے۔ یہ پروگرام گوٹھ پنھل سیال تحصیل خان گڑھ، ضلع گھوٹکی میں پاکستان کسان مزدور تحریک اور روشنی ترقیاتی تنظیم، گھوٹکی کے زیر اہتمام ہوا۔

پروگرام کا خلاصہ

پاکستان کسان مزدور تحریک کی ممبر زرینہ سیال نے پروگرام کی شروعات کرتے ہوئے تمام شرکاء کو پروگرام میں خوش آمدید کہا اور کہا کہ ہم بہت خوش ہیں کہ ہمارے گاؤں میں اس طرح کا پروگرام ہو رہا ہے، یہ ہمارے گاؤں میں اس طرح کا پہلا پروگرام ہے۔ اس کے بعد حاکم زادی، ممبر پاکستان کسان مزدور تحریک ضلع گھوٹکی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت اچھی بات ہے کہ ایسا پروگرام ہمارے گاؤں میں منعقد کیا گیا ہے، ہمیں پتا بھی نہیں تھا کہ عورتوں کا یعنی ہمارے نام بھی کوئی دن ہے۔ ہم عورتیں دن رات کام کرتیں ہیں تب بھی ہمیں ہمارے حقوق نہیں ملتے۔ اس طرح کیوں ہوتا ہے کہ محنت ہم کریں اور بھوکے بھی ہم ہی مریں؟ ہم اپنے حقوق کے لیے اتحاد کریں گے۔

صفیہ سیال ممبر پاکستان کسان مزدور تحریک، گھوٹکی نے کہا کہ جب ہم لوگوں کا تحریک سے واسطہ ہوا تو ہمیں پتہ چلا کہ عورتوں کے حقوق کی بات بھی ہوتی ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ ہمارے والدین نے ہمیں یہ موقع دیا کہ ہم ان پروگراموں میں جائیں۔ انہوں نے عورتوں کے جائیداد کے حصے کے حوالے سے کہا کہ اگر عورتوں کو جائیداد میں حصہ ملے گا تو اس کی گھر میں عزت بڑھے گی۔ مگر ہمارے علاقوں میں ایسا نہیں ہوتا، یہ حقوق ہم نے خود لینے ہیں ہمیں یہ جدوجہد اپنے گھروں سے شروع کرنی ہوگی۔

رضیہ سیال ممبر پاکستان کسان مزدور تحریک، گھوٹکی نے بات کے آغاز میں شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہم پچھلے ہفتے مشاہداتی دورے پر سکھر، راجن پور، ملتان اور ہری پور ہزارہ گئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ہر علاقے میں عورتوں کے ساتھ مسائل ہیں۔ ہر علاقے میں عورتوں کو مزدوری کم دی جاتی ہے جیسے ہمارے ہاں عورتیں مردوں سے زیادہ کام کرتی ہیں لیکن ان کی حالت بھی اچھی نہیں ہے۔ ہمارے علاقوں کی طرح ان علاقوں میں بھی چند خاندان بہت ساری زمین پر قابض ہیں، جو زمین مردوں کے پاس ہے وہ اپنی عورتوں کو کوئی حصہ نہیں دیتے۔ اب یہ تمام تر حالات ایسے ہی تو نہیں بدلیں گے اس کے لیے کچھ تو ہمیں کرنا ہوگا۔ آپ لوگوں کو ہمارا ساتھ دینا ہوگا اور ان اداروں کو ہمارے پاس آنا ہوگا۔ ہم ایک دن اپنی قسمت کو تبدیل کر کے دم لیں گے۔

سیمرہ پروین جو پیشے کے اعتبار سے ایف ایم ریڈیو گھوٹکی میں اناؤنسر ہیں نے کہا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ ایک گاؤں میں عورتوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہے اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ عورتوں کا عالمی دن منایا جا رہا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عورتوں کو حقوق نہیں دیئے جاتے اور گھروں میں بچیوں کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے۔ تعلیم کے حوالے سے دیہی علاقوں میں بچیاں اسکول بھیجی ہی نہیں جاتیں اگر کچھ جاتی ہیں تو انہیں پانچویں جماعت سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ یہ بہت ظلم ہے لیکن کبھی آپ نے سوچا کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ میں بتاتی ہوں، کیونکہ علم ایک بہت بڑا ہتھیار ہے۔ جو باتیں ہم آج کر رہے ہیں اگر تعلیم ہوتی تو ان میں سے بہت ساری باتوں کا آپ کو پتہ ہوتا۔ آپ کو پتہ ہوتا کہ ملکیت میں ہمارا کتنا حصہ ہے۔ لیکن یہاں اس طرح کا موقع ہی نہیں دیا جاتا۔ جبکہ اسلام میں بھی عورت کو جائیداد میں جو حصہ دینے کا حکم دیا ہے وہ بھی کم ہے لیکن وہ حصہ بھی نہیں دیا جاتا۔ عورتوں کو صرف گھر میں کھانا اور کپڑے دیئے جاتے ہیں۔ اگر کسی گھر میں مرد عورت کو سونے وغیرہ کے زیور دیتے ہیں تو وہ بہت بڑی بات تصور کی جاتی ہے اور بار بار باور کروایا جاتا ہے کہ مردوں نے عورتوں پر بہت بڑا احسان کر دیا ہے۔ عورت کا زمین میں اور باقی پوری جائیداد میں برابر کا حق ہے لیکن یہ حق ہمیں ایسے نہیں ملنے والا۔ اس کے لیے ہمیں متحد ہو کر جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔

راجہ مجیب، صوبائی کوآرڈینیٹر، پاکستان کسان مزدور تحریک، سندھ نے پروگرام میں شریک عورتوں کو بتایا کہ ہم نے آج یہ طے کیا تھا کہ یہ پروگرام عورتوں کا ہے اور اس میں کوئی مرد آ کر نہیں بولے گا لیکن آپ نے بلایا ہے تو آپ کی مہربانی۔ میں کوشش کروں گا کہ چند جملے بولوں اور پروگرام سے باہر چلا جاؤں اور آپ کے لیے کھانے کا بندوبست کرنے والی ٹیم سے جا کر ملوں۔ اس پروگرام کے بہت فائدے ہیں اگر کچھ لوگوں کو سمجھ نہ آئے تو اتنا تو فائدہ ہے کہ آپ سب عورتیں پروگرام میں موجود ہیں اور مرد لوگ آپ کے لیے کھانا تیار کر رہے ہیں۔ سال میں کم از کم ایسا دن آنا بھی خوش آئند ہے۔ یہ دن ایک کڑی جدوجہد کے بعد عورتوں کے نام کیا گیا ہے۔ اگر آپ عورتیں اس کو عید کہیں تو کوئی حرج نہیں۔ میں اپنے علاقے کی مثالیں دوں گا۔ ہمارے علاقے میں اگر کسی کے گھر میں بچی پیدا ہوتی تھی تو اس بچی کے باپ کو گاؤں کا ہر فرد سات سات جوتے مارتا تھا، بچی کی خوراک، علاج، کپڑا اور پڑھائی وغیرہ سب میں فرق کیا جاتا تھا اور کیا جاتا ہے، کیوں؟ کیا یہ دنیا صرف مردوں سے چل سکتی

ہے؟اس کا جواب ہے ''کبھی نہیں''۔اس بات کا مجھے پتہ ہے کہ بچی کے ساتھ ناروا سلوک اس کی ماں بھی کرتی ہے جو کہ خود بھی ایک عورت ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے ایسا کرنے میں اس پر معاشرے کا اثر ہوتا ہے۔ہمیں کم از کم اس بات کو تو روکنا ہے اور اس کی شروعات اپنے آپ سے کرنی ہے۔

قانون میں، مذاہب میں، اخلاقیات میں ہر جگہ عورتوں کے جائیداد میں حصے کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن یہ ہم مردوں کا معاشرہ ہے۔اس بٹوارے میں جب ہمیں نقصان نظر آتا ہے تو ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں۔اب اس طرح کی سوچ کی حوصلہ شکنی کرنے کے لیے ہمیں اس کے خلاف جدوجہد کی شروعات اپنے گھر سے کرنا ہوگی۔ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا ہوگا کہ آخر کب تک ایسا چلے گا۔میری آپ سے گذارش ہے کہ اپنی بچیوں کا اچھا مستقبل سوچیں اور عملی اقدامات کریں۔

زراعت عورت کی ایجاد ہے اور زراعت میں عورت مرد کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے لیکن کمائی ساری مرد کے کنٹرول میں ہوتی ہے اور مرد ہر قسم کے فیصلے کرتا ہے۔مرد چونکہ خود مختار ہے اس لیے وہ یہ سارا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے لیکن اب عورتوں کو بااختیار بنانے کے لیے عملی جدوجہد میں ہم سب کو متحد ہو کر قدم رکھنا ہوگا۔

ثمینہ ناز نے کہا کہ میں بات کروں گی کہ عورتوں کو کم تر کیوں سمجھا جاتا ہے۔میں آپ کو بتاتی ہوں کہ ہمارے ملک کی قومی اسمبلی کی اسپیکر فہمیدہ مرزا' سندھ اسمبلی کی ڈپٹی اسپیکر شہلا رضا کی طرح بہت ساری عورتیں وزارتوں پر اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔کئی ہزار نرسیں اور ڈاکٹر عورتیں ہیں۔میں آج آپ کے سامنے ہوں تو میں بھی تو ایک عورت ہوں، ریڈیو پر کام کرتی ہوں، تنظیم میں کام کرتی ہوں، میرے گھر والوں نے' والدین نے مجھے سپورٹ کیا ہے اور میں نے ہمت کی ہے۔آپ نے بھی ہمت کرنی ہے۔آپ اپنے آپ کو کیوں کم تر سمجھتی ہو۔جس طرح مردوں میں عقل ہے اسی طرح عورتوں میں بھی عقل ہے وہ کسی سے کم نہیں ہیں۔پھر انہوں نے آج کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ سے سوال کرتی ہوں کہ کتنی عورتوں کے پاس اپنی زمین ہے؟ کتنی عورتوں کے نام پر زمین ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ کسی کے پاس نہیں۔اس پر انہوں نے کہا کہ ایسا کیوں ہے' مردوں کے نام پر زمین ہے اور مرد کہتے ہیں کہ گھر ایک ہے تو کیا فرق ہے کسی کے بھی نام ہو۔لیکن میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ پھر عورتوں کے نام پر کیوں نہیں، کیوں مردوں کو ڈر لگتا ہے؟ کیا عورت زمین لے کر کہیں چلی جائے گی؟ جب مذہب میں حق تسلیم کیا گیا ہے تو پھر وہ کیوں نہیں دیا جاتا؟ اس میں عورت بھی قصوروار ہے کہ اس نے اپنا حق نہیں مانگا۔یہ بات بھی ہے کہ یہ مردوں کا معاشرہ ہے اور اس میں عورتوں کو حقوق کی معلومات بھی نہیں دی جاتیں۔ہر دور میں عورتوں کو محکوم رکھا گیا ہے۔بہت پرانے دور میں تو عورتوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا لیکن آج بھی بہت فرسودہ اور ظالمانہ رسمیں موجود ہیں جیسے کہ عورتوں کی قرآن سے شادی کرانا، کاروکاری قرار دے کر قتل کر دینا وغیرہ۔عورتوں پر گھروں میں بھی تشدد ہوتا ہے اور عورتوں کو دہشت زدہ رکھ کر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ وہ ملکیت میں اپنا حصہ نہ مانگیں۔

اگر اس دور میں ہم نے اپنے حقوق کے لیے بات نہ کی تو ہم نے تو اپنی زندگی بیکار میں گذار دی اور ہماری آنے والی نسلیں بھی ایسی ہی گذار دیں گی۔ہم نے اپنی بچیوں کو تعلیم دینی ہے اور ان کی صحت کا خیال کرنا ہے۔

کسانوں کا مشاہداتی دورہ، سکھر سے ہری پور ہزارہ

رپورٹ: راجہ مجیب

پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی کے زیر اہتمام کسانوں کے مشاہداتی دورے کا باقاعدہ آغاز 28 فروری 2012 کو سکھر سے ہوا جس میں صوبہ سندھ کے ضلع ٹنڈو محمد خان، خیر پور، شکار پور اور گھوٹکی کے ساتھی شامل تھے۔پروگرام کے مطابق پاکستان کسان مزدور تحریک کے نیشنل کوارڈینیٹر علی اکبر، چارسدہ خیبر پختونخواہ سے اور عبدالخالق زیارت' بلوچستان سے سکھر پہنچے۔جبکہ کراچی سندھ سے روٹس فار ایکوٹی کے دوست بھی شریک ہوئے۔اس دورے کا اختتام 3 مارچ 2012 کو ہری پور میں ہوا۔

پروگرام کے مطابق 28 فروری کی صبح 10 بجے سکھر کے ایک مقامی ہوٹل میں جنیاتی بیج اور سیاست کے موضوع پر سیمینار کا آغاز ہوا۔اس سیمینار میں دورے میں شامل ساتھیوں کے علاوہ تحریک کے دوسرے دوستوں نے بھی شرکت کی۔

سیمینار کے آغاز میں پاکستان کسان مزدور تحریک سندھ کی طرف سے ساتھی علی نواز

جلبانی نے تحریک کے نیشنل کوآرڈینیٹر علی اکبر کو سندھ کی ثقافت ''اجرک'' کا تحفہ پیش کیا۔

نیشنل کوارڈینیٹر محترم علی اکبر نے سیمینار میں آئے ہوئے تمام شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے بتایا کہ میرا سفر بہت لمبا تھا لیکن جب مجھے پتہ چلا کہ ہمارے پورے ملک سے ساتھی مل کر دورہ کر رہے ہیں تو مجھ سے رہا نہیں گیا اور میں چلا آیا اور یہاں آکر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔اس کے بعد پی کے ایم ٹی سندھ کے صوبائی کوآرڈینیٹر راجہ مجیب نے مقامی دوستوں کا دورے میں شامل ساتھیوں سے تعارف کروایا اور دورے کی تفصیل اور مقاصد بیان کیے۔

روٹس فار ایکوٹی کے نوید اقبال نے ایک ڈاکومینٹری ''ویران کھیت'' پیش کی۔شرکاء نے ڈاکومینٹری دیکھ کر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ ہمارے حالات کی عکاسی ہے اور سچ پر مبنی ہے۔

روٹس فار ایکوٹی کی عذرا طلعت سعید نے بی ٹی کاٹن اور بیجوں کی سیاست پر بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ واقعی خوش آئند بات ہے کہ پنجاب حکومت نے کچھ ہی دن پہلے یعنی کہ 3 جنوری 2012 کو مونسانٹو کمپنی کی بی ٹی کاٹن بیج پر پابندی لگا دی ہے اور اس کے ساتھ کیا گیا معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔پنجاب حکومت کا اس زہریلے بیج پر پابندی لگانا چھوٹے کسانوں کی ایک بڑی کامیابی ہے۔لیکن ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت سندھ، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان بھی اس طرح کے تمام جینیاتی بیجوں پر پابندی عائد کرے۔

حاضرین کے سامنے یہ سوال رکھا گیا کہ کیا آپ کو لگتا ہے کہ حکومت پنجاب نے یہ فیصلہ کسانوں کے مطالبے پر کیا؟ یا ان کو واقعی کسانوں کا درد تھا؟ اس بات کو ہم سب کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ پنجاب حکومت نے صرف مونسانٹو کمپنی کی بی ٹی کپاس بیج پر پابندی لگائی ہے اور کہا ہے کہ یہ چھوٹے کسانوں کے لیے بہت نقصاندہ ہے۔ جبکہ مارکیٹ میں مونسانٹو کے علاوہ بھی بی ٹی کپاس کا بیج موجود ہے جو کہ کسی کمپنی کے نام پر تو نہیں ہے لیکن اسے کاشت کرنے کی اجازت ہے۔ ہمارا یہ موقف ہے کہ بی ٹی بیج مونسانٹو کمپنی کا ہو یا کسی اور کا ہمیں کسی حال میں منظور نہیں۔ اس کے بعد سوالات وجوابات کا سلسلہ شروع ہوا۔

ریلی اور اسٹریٹ تھیٹر

تمام شرکاء سکھر اے سیکشن تھانے کے آگے جمع ہوئے جہاں سے احتجاجی ریلی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ریلی میں شامل مظاہرین نے بی ٹی کپاس کے خلاف نعرے لگائے: ''بی ٹی کاٹن۔۔۔ نامنظور''، ''اپنا بیج اگائیں گے۔۔۔ کمپنیوں کو بھگائیں گے''، ''آئے آئے۔۔۔ ہاری آئے''، ''مونسانٹو۔۔۔ گو گو''، ''جوئے بوئے۔۔۔ سوکھائے''۔

اس طرح کے مختلف نعروں کی گونج میں یہ ریلی سکھر گھنٹا گھر پہنچی جہاں پر پی کے ایم ٹی خیر پور کے ممبران نے بی ٹی پر تیار کیا گیا ایک اسٹریٹ تھیٹر پیش کیا۔ تھیٹر کو دیکھنے کے لیئے شہریوں کی بہت بڑی تعداد جمع ہوگئی۔

تھیٹر ختم ہونے کے بعد ریلی ایک بار پھر انہیں نعروں کی گونج میں گھنٹا گھر سے

پریس کلب کی طرف رواں دواں ہوئی۔ ریلی معصوم شاہ کا مینار، ہائی سکول ون اور نیم کی چاڑھی سے ہوتی ہوئی پریس کلب سکھر پہنچی۔

پریس کلب کے آگے دھرنا دیا گیا اور روٹس فار ایکوٹی کی طرف سے تیار کردہ اسٹریٹ تھیٹر پیش کیا گیا۔ تھیٹر ارشاد سومرو اور نوید اقبال نے تیار کیا تھا۔ اس تھیٹر میں دکھایا

گیا کہ ایک پریشان کسان ہے کیونکہ اس کے پاس اپنے بیمار بچے کے علاج کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ ابھی وہ اسی پریشانی میں ہی ہوتا ہے کہ اس کے جانور کپاس کا بنولہ کھا کر مرجاتے ہیں۔ کسان کو پریشانی میں دیکھ کر کوئی کسان دوست آ کر اس بنولے کے بارے میں اس سے پوچھتا ہے کہ کونسی قسم ہے۔ جب پریشان حال کسان کہتا ہے کہ یہ بی ٹی کپاس ہے تو کسان دوست فوراً اس سے پوچھتا ہے کہ یہ تو نے کیوں کاشت کی؟ اس پر وہ پریشان حال کسان بتاتا ہے کہ اسے بتایا گیا تھا کہ اس سے زیادہ پیداوار اترے گی اور اس کی غربت دور ہوجائے گی۔ اس پر کسان دوست کہتا ہے کہ یہی وجہ ہے تمہارے ان حالات کی' کیونکہ یہ زہریلا بیج ہے۔ لیکن پریشان کسان ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ بیج کیسے زہریلا ہوسکتا ہے اور اس سے فصل کیونکر زہر آلود ہوسکتی ہے۔ اس پر کسان دوست اسے وہ سب کچھ ہوتے ہوئے دکھاتا ہے جہاں بیجوں میں زہر ملایا جاتا ہے اور کمپنی کے لوگ کسانوں کو بیج دے رہے ہوتے ہیں۔ کسان یہ سب کچھ پتہ چلنے کے بعد ان کمپنیوں سے لڑنے کی کوشش کرتا ہے لیکن کسان دوست اس کو روکتا ہے اور کہتا ہے کہ لڑائی سے نہیں عمل سے کمپنیوں کو مات دو، اپنا بیج اگاؤ اور کمپنیوں کو بھگاؤ۔ انہیں نعروں کے ساتھ تھیٹر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ کچھ دیر تک مزید دھرنا جاری رہتا ہے اور پھر اس طرح یہ سرگرمی اپنے اختتام کو پہنچتی ہے۔

راجن پور کی طرف سفر

پاکستان کسان مزدور تحریک کے نیشنل کوآرڈینیٹر محترم علی اکبر کی قیادت میں کل 26 ساتھیوں کا گروپ مشاہداتی دورے کے دوسرے مرحلے میں راجن پور کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں خان، چک رستم، کندھ کوٹ اور کشمور سے انڈس ہائی وے پر سفر کرتے ہوئے رات کو راجن پور پہنچا۔ جہاں پی کے ایم ٹی راجن پور کے ساتھی مقصود احمد نے گروپ کا استقبال کیا۔

کسانوں کے ساتھ ملاقات اور فصلوں کا دورہ۔ قائم پور

پروگرام کے مطابق گروپ قائم پور کے قریب ایک گاؤں پپلی والا، یونین کونسل کوٹلا دیوان میں پہنچا' جہاں پر پہلے ہی سے مقامی کسان انتظار میں بیٹھے تھے۔ رسمی تعارف کے بعد بات چیت کا آغاز ہوا۔ اس بات چیت کے نتیجے میں پتہ چلا کہ اس علاقے میں زیادہ تر کسان اپنی زمین کے مالک ہیں اور بہت تھوڑی تعداد بے زمین کسانوں کی ہے۔ بات چیت سے پتہ چلا کہ یہاں کے کسانوں نے بی ٹی کپاس کاشت کی تھی لیکن نقصان ہونے کے بعد اب بی ٹی کی کاشت ترک کردی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں پر تمبا کو کی بہت بڑی کاشت ہوتی ہے جس سے لوگوں کی صحت پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔ اس کی کاشت سے لوگوں کی آمدنی کافی بہتر ہورہی ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنی گرتی ہوئی صحت کو نظرانداز کررہے ہیں۔ مقامی دوستوں نے یہ بھی بتایا کہ یہاں بڑے جاگیردار لوگوں سے زمین چھین رہے ہیں اور بے زمین کسانوں اور مزدوروں کو ان زمینوں سے اٹھا رہے ہیں۔ اگر ان کے خلاف کوئی آواز اٹھاتا ہے تو وہ انہیں بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان علاقوں میں سرکاری مشینری بھی جاگیردار اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ علاقے کے لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ یہاں پر عورتوں کو مزدوری کی اجرت کم دی جاتی ہے۔